علوم اسلامیہ میں فقہ کی اہمیت

اور کتاب وسنت سے اس کا ربط

از: مولوی فاروق اعظم متعلّم دارالعلوم دیوبند

حرفِ آغاز

''فقہ'' اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے، وہ قرآن کریم کا خلاصہ اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح ہے، شریعت کے عمومی مزاج ومذاق کا ترجمان ہے اور اسلامی زندگی کے لیے چراغ راہ بھی، اس لیے علوم اسلامیہ میں اس کی جو اہمیت وضرورت ہے وہ آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے اور یہی نہیں کہ اس کی ضرورت صرف اور صرف ماضی ہی سے وابستہ تھی؛ بلکہ آج بھی اور آئندہ بھی اس کی ضرورت واہمیت ماضی ہی کی طرح محسوس کی جاتی رہے گی اور مجتہدین کرام قرآن وحدیث میں غوطہ زنی کرکے فقہی اصول کے ذریعے امت کے پیش آمدہ مسائل حل کرتے رہیں گے۔

ذیل میں اسی پر روشنی ڈالی جائے گی اور اس پہلو کو بھی اجاگر کیا جائے گا کہ علوم اسلامیہ میں ''فقہ'' ہی ایسا فن ہے جس کے اندر ایسی عالمگیریت وہمہ جہتی پائی جاتی ہے کہ ہر ہر مسلمان کی زندگی بلکہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس سے پوری طرح مربوط ہے، اور اس کے بغیر انسانی زندگی ادھوری ونامکمل سمجھی جائے گی، رہ گئے وہ کور چشم جو اپنی مینڈ کی فطرت کی بنا پر سرے سے فقہ کے منکر ہیں اور اسے کتاب وسنت سے علیحدہ شئ گمان کرتے ہیں تو اس سلسلے میں اتنا کافی ہے کہ چاند پر دھول ڈالنے والے کا چہرہ تو گرد آلود ہو سکتا ہے؛ لیکن قمر کی چمک دمک میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔

غرض یہ کہ ''فقہ'' قرآن وحدیث سے تیار شدہ وہ گاڑی ہے جس کے ذریعے حیاتِ انسانی مکمل زادِ راہ کے ساتھ اپنی منزل مقصود (آخرت) تک بآسانی پہنچ سکتی ہے۔

فقہ کس کا نام ہے

لغت میں لفظ فقہ کو کسی چیز کے جاننے اور سمجھنے کے معنی میں استعمال کیا جاتا تھا، بعد میں اس کا استعمال خاص علم دین کے فہم میں ہونے لگا(۱) قرآن پاک میں یہی مراد ہے(۲) اور حدیث میں بھی یہی معنی: من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین(۳)۔ عہد صحابہ وتابعین میں فقہ کا لفظ ہر قسم کے دینی احکام کے فہم پر بولا جاتا تھا جس میں ایمان وعقائد، عبادات واخلاق، معاملات اور حدود وفرائض سب شامل تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سے منقول فقہ کی تعریف ان الفقہ ہو معرفۃ النفس مالہا وماعلیہا: ''جس سے انسان اپنے نفع ونقصان اور حقوق وفرائض کو جان لے وہ فقہ ہے''(۴) اپنے اندر مذکورہ تمام چیزوں کو سموئے ہوئے ہے، مگر بعد میں جب علیحدہ طور پر ہر فن کی تدوین وتقسیم ہوئی تو ''فقہ'' عبادات ومعاملات اور معاشرت کے ظاہری احکام کے لیے خاص ہو گیا، چنانچہ فقہ کی تعریف علامہ ابن خلدون کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ ''افعال مکلفین کی بابت اس حیثیت سے احکامِ الٰہی کے جاننے کا نام ہے کہ وہ واجب ہیں یا محظور (ممنوع وحرام)، مستحب اور مباح ہیں یا مکروہ''(۵) اس کی مزید وضاحت اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ''فقہ ملکۂ استنباط اور دینی بصیرت کا نام ہے جس کے ذریعے احکام شریعت، اسرار معرفت اور مسائل حکمت سے واقفیت ہوتی ہے نیز نئے فروعی مسائل کے استنباط اور ان کی باریکیوں کا علم ہوتا ہے''(۶)

فقہ کی بنیاد قرآن وحدیث ہی ہیں نہ کہ محض عقل وقیاس چنانچہ علامہ مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ :''فقہ کے یہ معنی نہیں کہ شریعت میں اپنی طرف سے کسی چیز کا اضافہ عقل کرتی ہے؛ بلکہ وہی بات یعنی نتائج واحکام کا جو روغن وحی ونبوت کے ان معلومات میں چھپا ہوا تھا، عقل کی مشین ان ہی کو اپنی طاقت کی حد تک ان سے نچوڑنے کی کوشش کرتی ہے اسی کوشش کا نام اجتہاد ہے''(۷)

فقہ کا اصل سرچشمہ

یہ بات تو پوری طرح واضح ہے کہ احکام شرعیہ کے استنباط کا اصل منبع کتاب اللہ رہا، اس کے بعد سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر قیاس و اجماع، جس کی حقیقی تصویر اس واقعہ میں دیکھی جاسکتی ہے جب کہ حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر رخصت کرتے وقت رسول الثقلین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا تھا کہ : کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اپنے فیصلہ کی بنیاد کس کو قرار دوگے ؟ حضرت معاذ نے عرض کیا کتاب اللہ کو۔آپ نے پوچھا اگر اس میں کسی کا حل نہ مل سکے تو؟ فرمایا: احادیث سے فیصلہ کروں گا۔آپ نے پھر دریافت فرمایا: کہ اگر وہاں بھی نہ ملے تو؟ اخیر میں کہا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور حق کی جستجو میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا(۸)،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کے مزاجِ دین اور مزاجِ شریعت سے ہم آہنگی اور آگہی پر خوشی کا اظہار کیا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اس کا رسول راضی ہے۔

اسی طرح اسی کی ہم شکل تصویر آپ کے وصال کے بعد مسئلہ خلافت سے جھلکتی ہے جو کہ صحابہ کے اجماع سے حل ہوا، اسی کے ساتھ اس حقیقت کی حیثیت بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ درس نبوی کے سب سے پہلے مدرسہ کا پہلا معلم، جن کے اخلاق واعمال نبی کے بالکل مشابہ حضرت ابن مسعود جن کو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ ہی میں درس وتعلیم کی اجازت دے دی تھی اور صحابہ کو حکم فرمایا کہ قرآن وحدیث اور مسائل ابن مسعود سے حاصل کرو(۹) یہی وجہ ہے کہ آپ کا فقہی طریقہ کار بے حد مقبول ہوا بعد میں یہی ''فقہ حنفی'' کی شکل میں ابھر کر پورے عالم میں پھیل گیا۔مذکورہ سطور سے پوری حقیقت سامنے آگئی کہ عمارتِ فقہ کی خشت اول کتاب اللہ ہے پھر حدیث، قیاس اور اجماع۔اور فقہ کی بنیاد بھی عہد نبوی ہی میں رکھی جاچکی تھی۔

فقہ اسلام کا ارتقاء

فقہ وفتاویٰ کی بنیاد تو عہد رسالت ہی میں پڑ چکی تھی اور اسی زمانے میں خود ایوانِ رسالت سے حضرت ابو بکر صدیق کا مدینہ منورہ میں منصب افتا پر فائز ہونا بھی تاریخ بتاتی ہے۔(۱۰)

قرنِ اوّل میں جہاں امور دینیہ ودنیویہ کو حل کرنے کے لئے انفرادی واجتماعی غور وفکر ہوتا تھا وہیں اجتماعی اور شورائی اجتہاد کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اس مقصد کے لیے اکابر صحابہ اور فقہائے صحابہ کی ایک مستقل مجلس قائم رکھی تھی۔تابعین کے دور میں بھی مدینہ کے فقہائے سبعہ کی ایسی ہی مثالیں ملتی ہیں، یہ اس زمانہ کا سب سے بڑا اور لائق اعتبار دار الافتاء تھا،(۱۱) بعد میں کوفہ کی درس گاہِ فقہ میں اسی منہاج وطریق کو امام ابو حنیفہ نے مزید وسعت کے ساتھ اختیار کیا اور ایسی عظیم الشان اور وسیع وجامع فقہ کی بنیاد رکھی جو دیگر تمام مکاتب فقہ سے فائق وممتاز ہے اسی کو آج فقہ حنفی سے جانا جاتا ہے۔

فقہ اسلامی یا قانونِ اسلامی کی تدوین اور طریقہ کار

تدوین و ترتیب کا باضابطہ سلسلہ اموی دور سے شروع ہوا، اور عہد عباسی کی ابتدا سے مختلف علوم و فنون کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ چنانچہ اسی زمانے میں فقہ کو فن کی حیثیت حاصل ہوئی۔ علماء تاریخ فقہ کو چار دور میں تقسیم کرتے ہیں، پہلا دور اس کی نشو و نما اور ابتداء کا ہے جس کا سلسلہ ۱۰ھ ء تک جاری رہا، دوسرا دور اس کی وسعت کا ہے جس کی مدت عہد صحابہ سے ۱۴۰ھ ء تک رہی ہے، تیسرا دور اس کی پختگی و کمال اور تدوین کا ہے جو صغارِ صحابہ کے دور سے دوسری صدی ہجری کی ابتدا تک رہا ہے اور چوتھا دور چوتھی صدی ہجری کے تقریباً نصف تک رہا۔ یہ وہ دور ہے جس کے بعد فقہ اسلامی کا دورِ تقلید شروع ہو جاتا ہے، اور عہد نبوی سے بُعد کی بنا پر لوگوں میں اسلاف جیسی فقاہت اور فقہ اسلامی میں درک و کمال باقی نہیں رہتا ہے، اس لیے عام طور پر لوگ ائمہ اربعہ کے فقہی مکاتب کے پیرو ہو جاتے ہیں۔ (۱۲)

یوں تو طلوع اسلام کے ساتھ ہی فقہ اسلامی کا آغاز ہو گیا تھا؛ لیکن چوں کہ یہ وہ زمانہ تھا جس میں لوگ انتہائی سادہ، اور ضروریات محدود تھیں، اسی وجہ سے فقہائے صحابہ کی توجہات اس کی تدوین کی طرف مبذول نہ ہو سکیں، پھر حالات کے تقاضے کے پیش نظر فقہائے مدینہ نے تدوین فتاویٰ کی داغ بیل ڈالی اور فقہائے کوفہ نے فتاویٰ و قضایا کے جمع و ترتیب پر زور دیا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی نے ایسے فتاویٰ اور ان کے مبادیات کو ایک مجموعہ کی شکل میں جمع کیا تھا، اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ کے پاس اور حماد کے پاس بھی ایک مجموعہ تھا (۱۳)؛ لیکن فقہ اسلامی کی باضابطہ فقہی ابواب کے مطابق تدوین کا سہرا حضرت امام حنیفہ کے سر ہے جس کی تائید امام موفق مکی کی تحریر سے یوں ہوتی ہے کہ ''امام ابو حنیفہ ہی نے سب سے پہلے علم شریعت (فقہ) کی تدوین کی ان سے پہلے یہ کام کسی اور نے نہیں کیا''۔ (۱۴)

عہد رسالت کے بعد جب اسلام کی حدود بہت بڑھ گئیں، قیصر و کسریٰ کی حکومتیں اسلام کے زیر نگیں ہو گئیں، یورپ میں اندلس تک افریقہ میں مصر اور شمال افریقہ تک اور ایشیا میں ایشیائی ترکستان اور سندھ تک اسلام پھیل گیا تو اسلام کو نئے تمدن، نئی تہذیب اور نئی معاشرتوں سے سابقہ پڑا ''وسائل اور مسائل کی نئی نئی قسمیں پیدا ہو گئیں تو تابعین کے آخر عہد میں علمائے حق کی ایک جماعت نے (امام ابو حنیفہ کی قیادت میں) کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر اس کے مقرر کردہ قوانین و حدود کے مطابق ایک ایسا ضابطہ حیات مرتب کرنا چاہا جو ہر حال میں مفید، ہر طرح مکمل اور ہر جگہ قابل عمل ہو۔'' (۱۵)

چنانچہ امام صاحب نے اپنے ایک ہزار شاگردوں میں سے چالیس کو منتخب کر کے دنیا کی بے نظیر شورائی طرز کی ایک مجلس تدوین فقہ قائم کی۔ (۱۶) جس کے اندر یوسف و زفر جیسا قیاس اور صاحب بصیرت، یحییٰ بن زائدہ، حفص بن غیاث، حبان جیسا ماہر حدیث، قاسم بن معن جیسا ماہر لغت، داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسا زہد و ورع کا پیکر موجود تھا گویا یہ مجلس ہر علم و فن کے ماہروں سے مزین تھی اور اس پر مزید یہ کہ ابو حنیفہ جیسا جامع کمالات اس قافلے کا میر.... اللہ اکبر!

طریقۂ تدوین پر روشنی ڈالتے ہوئے امام شعرانی کے حوالے سے مفتی ظفیر الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ''جب کوئی واقعہ (مسئلہ) آپڑتا تو امام ابو حنیفہ اپنے تمام اصحابِ علم و فن سے مشورہ، بحث و مباحثہ اور تبادلۂ خیال کرتے، پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس حدیث اور اقوالِ صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں پھر خود اپنا حدیثی ذخیرہ سامنے رکھتے اور اس کے بعد ایک ماہ یا اس سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرتے تاآنکہ آخری بات طے پاتی اور امام ابو یوسف قلم بند کرتے اس طرح شورائی طریقے پر سارے اصول منضبط ہوئے ایسا نہیں ہوا کہ تنہا کبھی کوئی بات کہی ہو''۔ (۱۷)

یہ اسی قانونِ اسلامی کی جامعیت و وسعت ہے کہ سائنس و ٹکنالوجی کا یہ عہد جدید اور مستقبل کا کوئی بھی ترقی یافتہ اور عصری تمدن اپنے مسائل و معاملات کے لیے اس کا دامن تنگ نہیں پا سکتا۔ (۱۸) ڈاکٹر حمید اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ان مباحث میں تقریباً پانچ لاکھ مسئلے مرتب ہوئے جن میں

اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے اور باقی کا معاملات سے تھا‘‘(۱۹)اور یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین ہونی چاہئے کہ اس مجلس میں محض انھیں مسائل پر بحث ومباحثہ ہوا کرتے تھے جن سے قرآن وحدیث ساکت تھے نہ کہ ان مسائل پر جن کی قرآن وحدیث میں پوری وضاحت ہے۔

فقہ اسلامی کی اہمیت اور اس کا مقام

علوم اسلامیہ میں فقہ کو جو حیثیت اور مقام حاصل ہے وہ سورج سے بھی زیادہ روشن اور واضح ہے اس لیے کہ یہ علم زندگی سے مربوط اور انسانی شب و روز سے متعلق و ہم رشتہ ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام کا نظامِ قانون بنیادی طور پر جن پاکیزہ عناصر سے مرکب ہے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جو اسلامی شریعت کے مرکزی مصادر و مآخذ ہیں، فقہ و قانون کی دنیا میں اسلامی نظام قانون، عدل وانصاف، توازن واعتدال، غلو و تشدد سے اجتناب اور جامعیت وافادیت جیسی امتیازی صفات کے لیے شہرت ومقام رکھتا ہے، اس کی وسعت وگہرائی، سہولت پسندی، حیرت انگیز بے ساختگی، لچک اور انسانی فطرت سے ہم آہنگی تمام حقیقت پسندوں کے یہاں مسلم ہے، جس کا دائرۂ عمل پیدائش سے میراث تک اور عقائد سے لے کر معاملات و سیاست وغیرہ امور تک محیط ہے؛ بلکہ علوم نبویہ کے امین اور کاتب رسول سیدنا حضرت علی کے بقول: ’’فقہ - طریقۂ زندگی کا رہنما ہے‘‘۔(۲۰)اسی لیے تاریخ کے ہر دور میں اس فن پر زمانہ کی بہترین ذہانتیں صرف ہوتی رہیں۔اسی کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی ظفیر الدین صاحب اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ’’فقہ و فتاویٰ ایسا فن ہے جس سے کسی کو بھی مفر نہیں اس لیے کہ انسانی زندگی میں جس قدر واسطہ اس فن اور اس کے اصول و جزئیات سے پڑتا ہے اور جس قدر آئے دن کے مسائل کا جواب یہاں ملتا ہے کہیں اور سے ممکن نہیں‘‘۔(۲۱)اس کے غیر معمولی حیثیت کا اندازہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی کی اس تحریر سے بھی ہوتا ہے کہ ’’مختصر لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا اصل سبب ہے اس لچک کی عملی اور قانونی تشکیل جو اسلام میں ایک عالمگیر مذہب ہونے کی حیثیت سے موجود ہے‘‘(۲۲) یہ معلوم ہو چکا کہ فقہ دراصل قرآن ہی کی عملی تفسیر ہے۔جیسا کہ جناب سرور صاحب مولانا عبداللہ سندھی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ’’مولانا کے نزدیک اسلامی فتوحات کے بعد قرآن کے قانون کو چلانے کے لیے فقہا کے مختلف مذاہب اسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئے‘‘۔(۲۳)

فقہ کی آفاقیت اور فقہاء کی عبقریت نیز خلوص وللہیت کے سوا اسے کیا کہا جا سکتا ہے کہ امت محمدی کے اساطین، متبحرین اور علم کے پہاڑوں نے نہ صرف یہ کہ اس فن کی تائید کی بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اور اسے اپنی پلکوں پہ سجانے میں سعادت مندی سمجھی۔ چنانچہ فقہ کی عظمت کو چار چاند لگاتے ہوئے علامہ انور شاہ کشمیری اس طرح گویا ہیں کہ ’’ہر علم وفن میں اپنی مخصوص رائے رکھتا ہوں، کسی کا مقلد نہیں باستثنائے فقہ کہ اس میں میری کوئی رائے نہیں، ابو حنیفہ کی تقلید کرتا ہوں‘‘(۲۴)اس پتھر کی لکیر سے جہاں علم فقہ کی کاملیت واہمیت کا پتہ چلتا ہے وہیں فقہ حنفی کے ذریعے کتاب وسنت کی حفاظت وپاسداری میں منشائے خداوندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

یوں تو فقہ کی اہمیت وافادیت انسانی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے عیاں ہے، اور اس کا تفوق نہ صرف یہ کہ دیگر علوم اسلامیہ ہی پر ہے؛ بلکہ اس کا مقام و مرتبہ عبادت سے بھی بڑھ کر ہے جس کی حسین منظر کشی یوں ہوتی ہے کہ ’’حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے‘‘ (مشکوۃ) مذکورہ بالا سطور سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ فقہ کی وہی اہمیت ہے جو کتاب وسنت کی، اس لیے کہ شربت بھی چینی اور پانی ہی کا نام ہے، اگر کتاب وسنت گلشن وگل ہیں تو فقہ انھیں کی عمدہ اور من موہک خوشبو۔

ایک ضروری وضاحت

یوں تو بہت سے فقہی مکاتب وجود میں آئے؛ لیکن مستقل حیثیت چار ہی کو حاصل رہی اور آج بھی دنیا کے تمام مقلدین انھیں چار میں منحصر ہیں، ان میں بھی ہر طرح سے اولیت کا درجہ فقہ حنفی کو ہی حاصل رہا کیوں کہ دیگر ائمہ مجتہدین اور ان کے اجتہادات کو بھی امام ابو حنیفہ کے اجتہاد ہی کا ایک حصہ کہا جاسکتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر کئی ایسی خصوصیات ہیں جو آپ کو دوسرے ائمہ سے ممتاز کرتی ہیں ان میں سے اہم شرف تابعیت اور آپ کی حیرت انگیز ذہانت ہے، یہی وہ اسباب ہیں کہ جہاں دنیا کے ایک بڑے طبقے نے آپ کی پیروی کی وہیں چند لوگوں کی تعداد ایسی بھی رہی جس نے آپ کو ہدف ملامت بنایا اور طرح طرح سے آپ کے خلاف زہر افشانی کی گئی، اور آج بھی ایسے سیاہ بخت اور جاہل لوگ موجود ہیں جن کے نزدیک سرے سے فقہ ہی باطل اور بے بنیاد ہے اور خاص طور پر فقہ حنفی تو ان کی آنکھ کا کانٹا ہے۔ اس لیے یہ وضاحت ضروری سمجھی گئی کہ تحریر میں بار بار فقہ حنفی کا ذکر بھی اسی کا شاخسانہ ہے، اور آگے فقہ حنفی کے منکرین وحاسدین پر بھی اختصاراً روشنی ڈالی جائے گی۔

فقہ اور اس کے منکرین

عالم اسلام کی اکثرت فقہ کی پیروکار ہے، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کی تقلید کرنے والی ہے؛ لیکن چند کور چشم ایسے بھی ہیں کہ جن کے یہاں نہ صرف یہ کہ فقہ قابل اعتبار ہی نہیں بلکہ سرے سے اس کے منکر ہیں اور اس بات کی رٹ لگاتے نہیں تھکتے کہ ''فقہ'' محض پراگندہ خیالات اور بیجا قیاس کا مجموعہ ہے، جس کا کتاب وسنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسی فرقے کو ''غیر مقلد'' سے جانا جاتا ہے، یہ فرقہ حنفیوں کو کبھی مشرک بتاتا ہے تو کبھی احبار ورہبان کا پجاری گردانتا ہے۔ اور ان کی عقل نارسا کی کرشمہ سازی یہیں تک نہیں رہ گئی؛ بلکہ ان کے جنون کی ہانڈی میں اس قدر جوش آیا کہ اس سے ایسے ایمان سوز کلمات بھی ابلے کہ ''فقہ اسلامی پر پیشاب کرنا پیشاب کی ناپاکی کو بڑھا دیتا ہے'' (العیاذ باللہ) بالکل بجا ہے کہ دیوانگی میں خوشبو وبدبو کی تمیز بھی ختم ہو جاتی ہے۔

اس گروہ کا احناف پر الزام یہ ہے کہ حنفی لوگ قرآن وحدیث پر رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ محض اہل رائے ہیں، اور ہم اہل حدیث اور عامل بالحدیث ہیں نیز فقیہ ومحدث کے بارے میں یہ فرقہ عدم وجود کا نظریہ رکھتا ہے حالانکہ ان دونوں کی مثال ''ایک جان دو قالب'' کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حدیث اگر عمارت کی بنیاد ہے تو فقہ اس کا اوپری ڈھانچہ، جس طرح سے ظاہری عمارت کے لیے بنیاد ناگزیر ہے اسی طرح اس بنیاد سے فائدہ بھی اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جبکہ اس کے اوپر عمارت ہو۔

حدیث کا علم اور اس سے شغف جتنا ایک محدث کو ہوتا ہے اتنا ہی ایک فقیہ کو بھی، اگر محدثین کا الفاظِ احادیث پر زیادہ زور رہتا ہے تو فقہاء کے یہاں ان کے معانی پیش نظر رہتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ''فقہ سہل الحصول کے ساتھ ساتھ حدیث کا ہی ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کم نہیں ہے'' (۲۵) اور یہی نہیں کہ حدیث وفقہ میں انتہائی گہرا ربط ہے بلکہ امام اعمش تو یہاں تک کہہ گئے کہ ''اے فقیہو! آپ لوگ طبیب ہیں، اور ہم دوا فروش ہیں'' (۲۶)

فقہاء مشکل احادیث کو اپنی قیاسات واجتہادات سے حل کرنے کی بنا پر اہل الرائے سے جانے گئے نہ کہ اس بنا پر جو غیر مقلدین کا نظریہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ ''محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب الرائے کہتے ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ مشکل احادیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں''۔ (۲۷)

اس فرقے کی فقہ حنفی سے بغض وعداوت اور کجروی کی تصویر اسی کے آئینے میں اس طرح دیکھی جاسکتی ہے کہ ''کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے بالکل منافی ہیں، کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکلِ حلال ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے'' (۲۸)

یہ گروہ جب حنفیوں کے داؤ میں پھنس جاتا ہے تو احادیث کے ضعف و غرابت کا مالا جپنے لگتا ہے حالاں کہ خوب اچھی طرح جاننا چاہیے کہ حدیث کا یہ معیار انقلابِ زمانہ کے پیش نظر امام صاحب کے زمانے کے بعد ہوا۔ ان تمام باتوں سے بخوبی اندازہ لگ جاتا ہے کہ ان کے تمام دعاوی بے دلیل اور سراسر باطل ہیں، ان کی پالیسی دورخی ہے، زبانی طور پر تو یہ گروہ اس کا دعویدار ہے کہ فقہ سے اسے کوئی سروکار نہیں، اس لیے کہ یہ قرآن وحدیث کے علاوہ ایک تیسری چیز ہے؛ لیکن عملی طور پر اس میں کتنی صداقت ہے وہ پوری طرح واضح ہے کیوں کہ نہ تو وہ تقلید سے جدا ہے اور نہ ہی فقہ سے اس کا کوئی سانس خالی اس فرقے کی گرگٹی چال کا کچھ اندازہ اس کے نام سے بھی ہوتا ہے کہ کبھی وہ محمدی بنتا ہے تو کبھی سلفی اور کبھی اہل حدیث، یہ لوگ جزوی مسائل کو بھی ظاہراً قرآن سے ثابت کرنے کے دعویدار ہیں؛ لیکن جب ان سے یہ کہا جائے کہ ہوائی جہاز و ٹرین میں نماز کا کیا حکم ہے؟ ٹیلی فون اور انٹرنیٹ پر نکاح ہو جائے گا کہ نہیں؟ وغیرہ وغیرہ... اور ان کا جواب یا تو قرآن سے یا صحیح وصریح احادیث سے دیں تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔ انکا بھانڈا تو یہاں آکر پوری طرح پھوٹ جاتا ہے جب کہ ایک طرف تو وہ احناف سے ہر مسئلہ میں بخاری کا حوالہ چاہتے ہیں گویا بخاری کو معتبر مانتے ہیں، اور امام بخاری خود مقلد ہیں۔ اور آئینہ کا دوسرا رخ اس طرح ہے بقول انھیں کے ایک دانشور کہ: ''ہر مشرک پہلے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک''(۲۹) اب خدا دادیٔ عقل و خرد کا حامل شخص بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ آیا غیر مقلد کا دامن شرک سے محفوظ رہا یا آلودہ؟!

حاصل یہ ہے کہ وہ فقہ کی حقانیت کو خوب جانتے اور سمجھتے ہیں؛ لیکن کچھ تو بغض وعناد اور کچھ اپنے آقا انگریز کی ناراضگی کا خوف۔ دونوں کی آمیزش سے پیدا شدہ تعفن نے ان کی عقل کو ماؤف، سماعت پر دبیز پردہ اور زبان کو اعترافِ حق سے گونگ کر دیا ہے۔ اللہ انھیں ہدایت عطا فرمائے اور ہمیں بھی حق پر جمائے رکھے آمین۔

فقہ: ضرورت اور تقاضے

یہاں آکر ذہن میں ایک خلش پیدا ہو سکتی ہے کہ آخر قرآن وحدیث کے رہتے ہوئے فقہ کی کیا ضرورت تھی؟ تو اس سلسلے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص میں احکام کا دائرہ محدود و متناہی ہے، اس کے برخلاف حوادثِ زمانہ غیر محدود اور لا متناہی ہیں، آئے دن نئے نئے مسائل اور مشکلات جنم لیتے رہتے ہیں، اب اگر قرآن وحدیث کے نصوص میں غور وفکر کر کے ان مسائل کا حل تلاش نہ کیا جائے تو یہ شریعت محمدی بالکل جامد و معطل ہو کر رہ جائے گی، اس میں زمانے کے بدلتے ہوئے حالات و تغیرات کو اپنے اندر سمونے کی گنجائش نہیں رہے گی؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی یہ شریعت کامل و مکمل ہے اور قیامت تک کی انسانیت کے لیے آخری شریعت ہے۔ انھیں باتوں کے پیش نظر خوشگوار زندگی گزارنے کے لیے ایک چراغِ راہ کی ضرورت پڑی کہ جس کی روشنی میں انسان بآسانی منزل مقصود تک پہنچ سکے، اسی مشعل راہ کو ''فقہ'' کہا جاتا ہے۔ اللہ ان ائمہ مجتہدین کا بھلا کرے جنھوں نے ہمیں اپنی منزل کا نشان بتایا، اب ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم ان کی دی ہوئی روشنیوں کے ذریعے ساحل مراد تک رسائی حاصل کریں، خاص طور پر دور حاضر میں جب کہ ہر طرف جدید ٹکنالوجی کی صدائیں گونج رہی ہیں اور لوگوں کیلئے راہ راست سے پھسلنے کے بے شمار اسباب مہیا ہیں، اس فن کے تئیں دوہری ذمہ داری آجاتی ہے۔

چنانچہ مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ ''فقہ اسلامی میں ہمارے اس زمانے کی بیشتر ضروریات کا حل موجود ہے؛ لیکن جدید تمدن اور صنعتی انقلاب نے اس زمانے میں نت نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں: معاملات، معاشیات اور اقتصادیات کے سلسلے میں سینکڑوں ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جو حل طلب ہیں اور علمائے امت کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں کہ وہ فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل پیش کر دیں۔(۳۰)

خلاصۂ تحریر

مذکورہ بالا تمام حقائق سے علوم اسلامیہ میں فقہ کا کتاب وسنت سے ربط و تعلق، فقہاء کا کمالِ علم و عمل اور ان کی بے پناہ ذہانت وذکاوت، نیز اس فن کی تدوین میں غایت درجہ کا احتیاط، اور فقہ کے منکرین وحاسدین کا اس پر ہزار کیچڑ اچھالنے کے باوجود سورج کی طرح اس کی روشنی کا دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچنا؛ بلکہ انسانی زندگی میں موجوں کی روانی سے بھی بڑھ کر اس کا تسلسل۔ وہ اسباب وعلل ہیں جن سے اس علم کی قدر ومنزلت ہمارے سامنے پوری طرح واشگاف ہو جاتی ہے، اور تاریخ فقہ اسلامی کے ہر ہر سطر سے اس کی غیر معمولی ضرورت واہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ قرآن وحدیث پر ہمیں پوری طرح کاربند بنائے، اور ائمہ مجتہدین کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

$ $ $

حواشی

(۱) لسان العرب ۵/۲۴۰، بحوالہ فقہ اسلامی اصول، خدمات اور تقاضے والقاموس ۴/۴۱۴ بحوالہ ماہنامہ ''دارالعلوم'' مارچ ۲۰۰۳/۔

(۲) توبہ: ۱۲۲۔

(۳) بخاری ۱/۱۶، ومسلم ۲/۴۴، ودارمی ۱/۷۳۔

(۴) البحرالرائق ۱/۶ (مکتبہ ماجدیہ پاکستان)

(۵) مقدمہ ابن خلدون ص: ۴۴۵ (دارالقلم بیروت)

(۶) مسلم الثبوت، ص: ۷۔

(۷) ماہنامہ ''برہان'' دہلی جنوری ۱۹۴۵/، ص: ۴۲۔

(۸) ابوداؤد: ۲/۵۰۵۔

(۹) تذکرۃ الفنون، ص: ۴۶۔

(۱۰) نظام الحکومۃ النبویہ ۱/۵۷ بحوالہ تدوین قانونِ اسلامی، ص: ۱۳۔

(۱۱) فقہ اسلامی اصول، خدمات اور تقاضے، ص: ۵-۶۔

(۱۲) فقہ اسلامی اصول، خدمات اور تقاضے، ص: ۱۸۔

(۱۳) امام ابوحنیفہ عہد وحیات، فقہ وآراء ص: ۳۸-۳۳۷، بحوالہ فقہ اسلامی اصول، خدمات اور تقاضے، ص: ۱۹۔

(۱۴) مناقب امام ابوحنیفہ ؒ: ۱/۳۹۳ بحوالہ فقہ اسلامی... ص: ۲۰۔

(۱۵) تاریخ علم فقہ، ص: ۸، از ڈاکٹر حمید اللہ۔

(۱۶) تذکرۃ الفنون، ص: ۴۸۔

(۱۷) مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم، ص: ۶۸، مناقب امام ابوحنیفہ ص: ۵۷ بحوالہ فقہ اسلامی اصول، خدمات اور تقاضے۔

(۱۸) فقہ اسلامی، ص: ۳۲۰۔

(۱۹) تدوین قانونِ اسلامی، ص: ۳۸۔

(۲۰) فقہ اسلامی، ص: ۳۲۰۔

(۲۱) مقدمہ فتاویٰ دارالعلوم، ص: ۷۸۔

(۲۲) ماہنامہ ''برہان'' دہلی، فروری ۱۹۴۵/، ص: ۸۲۔

(۲۳) ایضاً فروری ۱۹۴۴/۔

(۲۴) نقش دوام، ص: ۴۴۱۔

(۲۵) تہذیب الکمال ۲۴/۴۶۴ بحوالہ غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں، ص: ۹۹۔

(۲۶) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص: ۳، الفقہ والمتفقہ بغدادی ۲/۷۴، مناقب ابی حنیفہ ذہبی، ص: ۲۱ بحوالہ ائمہ اربعہ، ص: ۴۵۔

(۲۷) مقام ابوحنیفہ از سرفراز خان صفدر، ص: ۱۶۰ بحوالہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ص: ۲۶۰ ونہایہ ۲/۱۷۹۔

(۲۸) خطبہ امارت، ص: ۱۳ مشمولہ مسائل اہل حدیث جلد دوم بحوالہ حدیث اور اہل حدیث، ص: ۳۶، از انوار خورشید پاکستان۔

(۲۹) عبداللہ بہاولپوری: اصلی اہل سنت، ص: ۳۲بحوالہ حدیث اور اہل حدیث، ص: ۸۵۔